باسمہٖ تعالیٰ

تِبۡیَانًا لِکُلِّ شَیۡئٍ (نحل/ ۸۹)

تبیان

جلد(۱) شمارہ(۲)

جمادی الاول ۱۴۳۸ھ فروری ۲۰۱۷ء

خطبۂ فدکیہ- ایک تعارف

حضرت آیت اللہ مصباح یزدی

ترجمہ: آغا منور علی، حیدرآباد

مدینے کے شمال (North) میں خیبر کے قلعوں کے پاس ایک سرزمین ہے جس کا نام "فدک" ہے جو مدینے سے سو کلومیٹر (100km) کے فاصلے پر ہے۔ ان قلعوں میں اور اس زمین پر یہودیوں کے قبیلے رہتے تھے۔ یہودی اسلام سے کئی صدی قبل حجاز آکر مدینے میں بسے تھے۔ یہود کے علماء گذشتہ پیغمبروں سے سن چکے تھے اور کتابوں میں بھی پڑھ چکے تھے کہ آخری زمانے میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا جو گذشتہ پیغمبروں کی تصدیق کریگا اور اس کا دین ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ اس امید میں کہ آخری پیغمبرؐ کو درک کریں اور اس پر ایمان لائیں وہ ہجرت کر کے حجاز آ گئے اور مدینے کے اطراف میں بس گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مدینہ، اس پیغمبرؐ کا دارالحکومت ہوگا۔ مدینے کے اطراف بسے ہوئے یہودیوں کے تین قبیلے تھے (بنی قریظہ، بنی قینقاع، بنی نظیر) جو خاص خصوصیات رکھتے تھے۔ مال کی محبت اور اقتصادی فکر ان یہودیوں کی دوسرے یہودیوں کی طرح پہلی صفت تھی۔ ان کی دوسری صفت دور اندیشی تھی۔ جب وہ حجاز میں داخل ہوئے تو کوشش ان کی یہ تھی کہ کھیتی باڑی کے لائق زمینیں اور اہم مقامات کا پتہ لگا کر اپنے لئے مضبوط قلعے تعمیر کرلیں۔ اس قوم کی تیسری صفت یہ تھی کہ وہ اہل علم و دانش تھے اور عربوں کی بہ نسبت بہتر ثقافت (کلچر) کے حامل تھے۔ ان خصوصیات کے ساتھ یہودی عربوں میں ایک خاص مقام (پوزیشن) رکھتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینے ہجرت کرنے کے بعد اور اسلامی حکومت کی عملی تشکیل کے بعد آپؐ نے یہودیوں کے قبیلوں سے چند معاہدے کئے اور یہ طئے پایا کہ یہودی مسلمانوں کو نہیں چھیڑیں گے اور مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیں گے، لیکن ایک بھی قبیلہ نہ صرف یہ کہ اپنے کئے ہوئے معاہدے کو وفا نہیں کیا بلکہ مکے کے مشرکین سے چھپ کر اور بعد میں مدینے کے منافقین سے مل کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ لڑنے کی سازش رچی۔ منافقین نے یہودیوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مدینے پر حملہ کر دو تو ہم دو ہزار افراد تمہاری مدد کریں گے۔ سورۂ منافقون میں منافقین کے اسی مقصد کی طرف اشارہ ہے کہ یَقُوۡلُوۡنَ لَئِنۡ رَّجَعۡنَا اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡہَا الۡاَذَلَّ (منافقون/ ۸)، منافق یہ کہتے تھے کہ: ہم صاحب عزت ہیں جبکہ مسلمان مکے کے آوارہ وطن اور ذلیل لوگ ہیں اور ہم ان کو باہر کر کے ہی دم لیں گے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جنگ کی تیاری کی اور آخر کار کئی جنگیں ہوئیں جن میں کی ایک اہم جنگ، جنگ خیبر تھی۔ جنگ خیبر میں خیبر کے قلعے جو جنگی حوالے سے بہت اہم تھے وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مَّانِعَتُہُمۡ حُصُوۡنُہُمۡ (حشر/ ۲) (ان کا بھی یہی خیال تھا کہ ان کے قلعے انہیں خدا سے بچالیں گے۔۔) امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔ خیبر کی فتح کی خبر فدک کے رہنے والوں کو پہنچی۔ فدک والوں نے خیبر والوں کے حشر کو دیکھتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صلح کی پیش کش کی اور آخر میں یہ طئے پایا کہ ہم اپنا مال اور اپنی زمینیں آپ کے حوالے کر دیتے ہیں اس شرط پر کہ ہماری جانیں بخش دی جائیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو قبول فرمایا، ان میں کے ہر آدمی نے ایک اونٹ پر لادے جتنا سامان لے لیا اور باقی مال رسول خداؐ کے حوالے کر دیا۔ سورۂ حشر کی ابتداء میں قرآن نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے: اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ: "اور خدا نے جو کچھ ان کی طرف سے مال غنیمت اپنے رسول کو دلوایا ہے جس کے لئے تم نے گھوڑے یا اونٹ کے ذریعہ کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے .... لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غلبہ عنایت کرتا ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔" (حشر/ ۶)۔ یہ زمین جو تم نے بغیر لشکر کشی کے حاصل کی اور خود وہاں کے لوگوں نے یہ زمین رسول خداؐ کو دے دی، مسلمان جنگ کے ذریعے جو مال غنیمت حاصل کرتے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے۔ معمولاً جب اسلام کے سپاہی کفار سے جنگ کر کے کامیاب ہوتے تو جو مال غنیمت ان کے ہاتھ لگتا اس کا پانچواں حصہ جسے خمس کہتے ہیں رسول خداؐ کا ہوتا۔ سورۂ انفال کی آیت 41 میں ارشاد ہے "اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسولؐ، رسولؐ کے قرابتدار، ایتام،

مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے۔" وہ مال جو پیغمبرؐ کو پیش کر دیا جاتا وہ سارے کا سارا آپؐ کا ہوتا۔ وہ مالِ غنیمت جو جنگوں کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اس کی بحث علم فقہ میں کی گئی ہے۔ اس مال میں وہ بھی شامل ہے جس کے بارے میں سورۂ حشر کی چھٹی آیت میں اشارہ ہوا ہے۔: "اور خدا نے جو کچھ ان کی طرف سے مال غنیمت اپنے رسول کو دلوایا ہے جس کے لئے تم نے گھوڑے یا اونٹ کے ذریعہ کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے .... لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غلبہ عنایت کرتا ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔" (انفال/ ۴۱)

فدک کے لوگوں نے اپنی زمینات پیغمبرؐ کو پیش کر دیں تا کہ ان کی جانیں بچ جائیں۔ جب یہ زمینات پیغمبرؐ کے اختیار میں آئیں تو بعض روایات کے مطابق یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی "وَ اٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّہٗ (اسراء/ ۲۶) یہ مال تمہارے اختیار میں ہے لیکن "ذی القربیٰ" اس مال میں حق رکھتے ہیں۔ دراصل حکم دیا گیا کہ: صحیح ہے کہ اس مال کا اختیار تمہارے پاس ہے لیکن زمینات کے اس حصے کو "ذی القربیٰ" کو دے دو۔ روایت میں آیا ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۴۸، صفحہ ۱۵۷)۔ اس آیت میں ہو رہے حکم کے تحت پیغمبر اکرمؐ نے فدک کو حضرت فاطمہ زہراؑ کو بخش دیا اور اپنے زمانے میں اس زمین کی نگرانی کے لئے اپنی طرف سے آدمی مقرر کئے۔ آنحضرتؐ اپنا اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے سال بھر کا خرچ اس زمین سے حاصل ہونے والے فائدے سے نکالنے کے بعد جو بچ جاتا تھا اسے فاطمہ زہراؑ کے تحفے کے عنوان سے غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جب تک رسول خداؐ باحیات رہے یہ سلسلہ جاری رہا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلامی معاشرے میں عظیم تبدیلیاں رونما ہوئیں جن کا یقین کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ دن رات جو واقعات ہم سنتے رہتے ہیں جس سے ہمارے دل خون ہیں وہ انہیں دنوں میں پیش آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے محض دس دن بعد خلیفۂ وقت نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے فدک چھین کر ایک دوسرے فرد کو وہاں مقرر کر دیا۔ اس کام سے وہاں کی آمدنی جو کہا جاتا ہے ۱۲۰ ہزار دینار تھی مصادرہ (قبضہ) کر لی گئی۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ مال پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں غریبوں کو دیا جاتا تھا، ہم بھی یہ مال غریبوں کو دیں گے جبکہ اس سے پہلے حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے مال میں سے انفاق (خیرات) کیا کرتی تھیں اور حکومت سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ اس واقعے کے دو مہینے اور چند روز کے بعد حضرت زہراؑ نے دارِ دنیا سے اپنا رخت سفر باندھ لیا۔

انہیں دنوں میں حضرت فاطمہ زہراؑ نے کچھ تقریریں کیں اور کچھ خواتین سے

بات چیت کیں کہ انہیں میں یہ معروف خطبہ (فدکیہ) ہے جو اسلام کے لئے فخر ہے اور ایسی سند ہے کہ قیامت تک اسلام، تشیع اور خاندان پیغمبرؐ کی حقانیت کو ثابت کرتے رہے گی۔ خوش نصیبی سے یہ خطبہ شیعوں کے ہاتھوں محفوظ رہا یہاں تک کہ مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہو گیا۔

ہمیں فدک سے کیا لینا دینا!

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مال کے چھن جانے نے حضرت زہراؑ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ بعض مرثیہ خوانیوں میں یہ کہا بھی جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میرے بچوں کی روٹی چھین لی۔ اگر میں یہ کہوں کہ اہل بیتؑ پر ہم شیعوں کی طرف سے یہ بہت بڑا ظلم ہے تو میں نے کوئی غلط بات نہیں کہی۔ دنیا بھر کی دولت جن کے سامنے راکھ کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی ہو، وہ مال دنیا کے چھن جانے سے تکلیف کا احساس کریں؟! امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: وَ مَا اَصۡنَعُ بِفَدَکٍ وَ غَیۡرِ فَدَکٍ (نہج البلاغہ، مکتوب ۱۵۷) مجھے فدک سے یا غیر فدک سے کیا لینا دینا؟ کیا واقعی یہ رونا یہ گریہ و فغاں یہ فریادیں مال دنیا کے لئے تھا؟ یہ خیال بے جا، ناپختہ اور ناسمجھی کا خیال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے لئے فدک کا مسئلہ ایک بہانہ تھا تا کہ حقائق کو برملا کریں تا کہ قیامت تک یہ حقائق آشکار ہو جائیں اور کوئی انہیں چھپا نہ سکے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کے علاوہ ان حقائق کو کوئی اس طرح کھول کر بیان بھی نہیں کر سکتا تھا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ کی ذات بھی نہیں، امیر المومنینؑ اس نزاع میں خلفاء کے مقابلے میں ایک فریق تھے اور خود خلافت پیغمبرؐ کے دعوے دار تھے، لہٰذا جو بھی آپؑ کہتے، تو وہ کہتے: آپ اپنے فائدے کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہ زہراؑ نے حقائق کو جس لہجے میں بیان کیا آج تک بھی اس لہجے میں ان شخصیتوں کے تعلق سے کوئی اس طرح کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ان حالات میں یہی وہ کام تھا جو دختر پیغمبرؐ سے ہو سکتا تھا کہ تھوڑے دنوں میں آپؑ نے اسلام کی سالہا سال اور صدیوں کی خدمت انجام دے دی۔

حقائق بیان کرنے کا بہانہ

حضرت فاطمہ زہراؑ کی خلیفۂ وقت اور خلافت سے مربوط ان کے ماتحت افراد سے جو گفتگو ہوئی اس میں ایک نکتہ ایسا ہے جس سے غفلت برتی جاتی ہے یا اس کے ساتھ کم توجہ کی جاتی ہے اور بعض تو اس کو ایک شبہہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ باغ (فدک) رسول خداؐ کی طرف سے حضرت فاطمہ زہراؑ سے مخصوص کر دیا

گیا تھا لیکن بعد میں میراث کی بحث چھڑ گئی اور آپؑ نے کہا کہ میرے بابا کی میراث مجھے دے دو۔ اس پر خلیفہ نے کہا کہ: رسول خداؐ فرما کر گئے: نحن معاشر الانبیاء لا نورّث، ہم انبیاء دوسروں کے لئے کوئی میراث چھوڑتے ہی نہیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کے سامنے خلیفہ نے جو (رسول خداؐ کی حدیث) نقل کی یہ پورا کلام نہیں ہے بلکہ اس کا ایک حصہ ہے اور اصل حصہ ذکر نہیں کیا اس وجہ سے سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس مضمون کی روایتیں ہمارے پاس اہل بیتؑ سے ملتی ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: نحن معاشر الانبیاء لا نورث درهما ولا دینارا (ہم انبیاء درہم و دینار میراث میں نہیں چھوڑتے) یا رسول خداؐ نے خود علم کی طرف رغبت دلانے کیلئے فرمایا: اِنَّ الۡاَنۡبِیَاءَ لَمۡ یُوَرِّثُوۡا دِیۡنَارًا وَ لَا دِرۡهَمًا وَ لٰکِنۡ وَرَّثُوۡا الۡعِلۡمَ فَمَنۡ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (بحار الانوار، ج ۱ ص ۱۶۴) علم نبیوں کی میراث ہے، نبی لوگوں کے لئے درہم و دینار تو نہیں چھوڑتے، نبی جو میراث چھوڑتے ہیں وہ علم ہے۔ لہٰذا علم کی قدر جانیں کہ یہ میراث انبیاء ہے۔ لیکن انبیاء لوگوں کے لئے کیا میراث چھوڑتے ہیں اور اپنے ورثاء کے لئے کیا میراث چھوڑتے ہیں یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ ایک مرتبہ انبیاء خود انبیاء ہونے کے اعتبار سے انکی قانونی حیثیت کو نظر میں رکھا جاتا ہے اس صورت میں انبیاء کو امت کے مقابلے میں دیکھا جاتا ہے۔ یہاں پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ امت کے لئے کیا میراث چھوڑتے ہیں؟ جواب میں یہ فرمائیں گے کہ: پیغمبرؐ امت کے لئے کوئی مال نہیں چھوڑتے، بلکہ علم، معرفت اور دین کو میراث میں چھوڑتے ہیں۔ لیکن جب ذات پیغمبر کو محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان سے دیکھا جائے گا یہاں یہ سوال کیا جائے گا کہ آپؐ نے اپنے بیوی بچوں کے لئے کیا میراث چھوڑی ہے۔ یہ دو مسئلے جدا جدا ہیں۔ نبی، نبی ہونے کے اعتبار سے امت کے لئے کوئی مال میراث میں نہیں چھوڑتا یہ بات صحیح ہے لیکن یہ بات اس جہت سے کہ آپؐ ایک ایسے فرد ہیں جو اسلام کے تابع ہیں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ احکام اسلامی کی پابندی کے لحاظ سے اور اسلامی حقوق کے لحاظ سے پیغمبر اسلام بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ہیں۔ آپؐ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حلال و حرام کی رعایت کرتے ہیں اور اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ آپؐ کے لئے بھی ہے اور معاملات میں وعدے پورے کریں۔۔ قرآن کی آیتوں میں کھل کر صاف طور پر بیان ہوا ہے کہ انبیاء اپنے بچوں کے لئے میراث چھوڑتے ہیں۔ وَ وَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ (نمل/ ۱۶) حضرت زکریاؑ نے خدا سے فرزند طلب کیا تا کہ وہ ان سے میراث پا سکیں (یَّرِثُنِیۡ وَ یَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ) (مریم/ ۶)۔ ان آیتوں سے مقصود یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ نبی ہیں اس وجہ سے میراث چھوڑتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ چونکہ احکام خدا

کے تابع ہیں اپنے بزرگوں سے میراث لیتے ہیں اور اپنے وارثوں کے لئے میراث چھوڑتے ہیں۔ یہ نکتہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ کبھی کلام کو ٹکڑے کرنے سے اس کا معنیٰ بدل جاتا ہے اور یہ باعث بنتا ہے کہ اصل مقصود ہاتھ نہ آئے۔

تدبیرِ بے نظیر

بحث شروع کرنے سے پہلے ان نکتوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا نزاع ان لوگوں سے جو خلافت کے دعوے دار تھے مال اور میراث کا نہیں تھا۔ یہ تو ایک بہانہ تھا کہ حقائق بیان ہو جائیں اور تاریخ میں باقی رہیں۔ ان واقعات کے بعد بھی حضرت فاطمہؑ نے ایسا رویہ اپنایا کہ آپؑ کا مقصد پورا ہو جائے۔ یہاں پر یہ عرض کر دوں کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ جو وصیت فرمائی کہ میرے جنازے میں ان کے شریک ہونے سے میں راضی نہیں ہوں یہ نعوذ باللہ کینہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایسی تدبیر تھی جو ان کے دعوے پر خط بطلان کھینچتی ہے۔ حضرت فاطمہؑ ان کے تعلق سے اپنے غم و غصے کی انتہا ثابت کرنا چاہتی تھیں تا کہ رسول اللہؐ کی اس حدیث کے مصداق قرار پائیں کہ جس نے فاطمہؑ کو غضب ناک کیا اس نے خدا کو غضب ناک کیا۔ (عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۲۶)

حضرت فاطمہ زہراؑ کا جنازہ مخفی طور پر دفن ہونا اور تشییع جنازہ میں دوسروں کو شرکت کی اجازت نہ دینا اس لئے تھا کہ تاریخ میں یہ بات درج ہو جائے اور سب یہ جان لیں کہ آپؑ کبھی ان سے راضی نہیں ہوئیں۔ یہ کینہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ خاندان اس قدر مہربان ہے کہ اگر دشمنوں میں بھی سب سے سخت دشمن کے ہدایت پانے کی معمولی سی بھی امید ہوتی ہے تو اس کی ہدایت میں دریغ نہیں کرتے، لیکن اگر حضرت فاطمہؑ یہ کام نہ کرتیں حق آشکار نہیں ہوتا اور آج مجھے اور آپ کو اسلام اور تشیع کی شناخت نہ ہوتی۔ حضرت زہراؑ کی اسی تدبیر سے کروڑوں انسان اسلام کی حقیقت کو جان سکے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت فاطمہؑ کے جنازے میں شرکت کرنے سے ان افراد کی ہدایت ہو جاتی تو آپ اصرار کرتیں کہ وہ لوگ ضرور شرکت کریں، لیکن جانتیں تھیں کہ جن لوگوں نے امیر المومنینؑ کی کھل کر مخالفت کی ہے کسی قیمت پر حق کو قبول نہیں کریں گے۔ لہٰذا آپؑ نے یہ تدبیر سونچی کہ مستقبل میں لوگ سمجھ جائیں کہ امت اسلامی میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو اسلام کے حقیقی راستے کے خلاف تھا اور رسول خداؐ کے مقاصد اور آپؐ کی سفارشات کے خلاف عمل کیا گیا تھا، تا کہ اگر کوئی حق کا تابع ہونا چاہے تو حق کو پہچان سکے۔ (ختم شد)

"تبیان" کے مقالہ جات کے مندرجات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔